Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اصغر ندیم سید کا غیر مطبوعہ اسٹیج ڈراما "بھولا سچ بولا"
تدوین کے مسائل اور تجزیہ

ASGHAR NADEEM SYED'S UNPUBLISHED STAGE PLAY *"BHOLA SUCH BOLA"*
EDITING ISSUES AND ANALYSIS

* ڈاکٹر محمد سلمان بھٹی

** ڈاکٹر محمد نعیم سرور

*** ڈاکٹر سمیر احمد

This article examines a hitherto obscure theatre play by renowned television playwright Asghar Nadeem Syed, simultaneously presenting and opening up the play for further critical discussion. *Bhola Such Bola* was an experimental play in many ways. Owing to the size of the cast, rehearsals were conducted as workshops with actors given only their part of the script. This means that very few performers actually possessed the entire play, and this partly explains why the script could not be preserved in theatre archives in Lahore. This research has also endeavored to recover, and at times, partially reconstruct, the original script since one of the authors of this article was a member of the cast that performed the play under the auspices of the Government College Dramatics (GCDC) in 1995. According to the playwright, the play was staged at Government College Lahore to resist, in its own way, the institution's colonial legacy of preferential treatment to English language scripts in its theatrical tradition. We demonstrate that *Bhola* is a unique effort for two major reasons: one, the play resembles TV sketches more than a well-wrought theatre play, and two, the first act does not seem to have an obvious conflict. With these attributes, the play critiques social attitudes, vices and indulgences. In this way, we argue that *Bhola Sach Bola* becomes an effort to reclaim creative agency. It is pivotal that such plays/ play-scripts be preserved and taken up in scholarly discussions to promote local/ Urdu theatre.

Key Words: Drama, Original, Script, Act, Characters, Comic, Satire, Bhola

اصل نام اصغر شاہ ہے جبکہ ادبی حلقوں میں اصغر ندیم سید کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ معروف ڈراما نگار، نقاد اور کالم نویس ہیں۔ نمایاں پہچان ٹی وی ڈراما ہے۔ تاحال تھیٹر کے لئے دو ڈرامے تحریر کیے۔[۱] پہلا ڈراما ۱۹۹۴ میں بھولا سچ بولا کے عنوان سے تحریر کیا۔ جبکہ دوسرا ڈراما "سپاہی مقبول حسین" کے عنوان سے تحریر کیا۔" بھولا سچ بولا "۱۹۹۵ میں گورنمنٹ کالج لاہور کے بخاری آڈیٹوریم اور ۱۹۹۶ میں گوئٹے انسٹیٹیوٹ میں بھی پیش کیا گیا۔ بااعتبار موضوع "بھولا سچ بولا" ہمارے ملکی، علاقائی، سیاسی و سماجی تمام مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ ڈراما طنز اور مزاح کے حسین پیرائیہ کے ساتھ ساتھ فکری بصیرت بھی لئے ہوئے ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں راقم نے بھی بطور اداکار اس ڈراما میں حصہ لیا۔ اصغر ندیم سید نے اس ڈرامے کو تحریر کرتے وقت اس امر کا بالخصوص خیال رکھا کہ گورنمنٹ کالج,لاہور کی Colonial Tradition سے انحراف کرتے ہوئے اُردو طبع زاد کھیلوں کی بنیاد کو مضبوط بنایا جائے اور اس میں زیادہ سے زیادہ شعبوں کے طلبا کو بھی شمولیت کا موقع دیا جائے تاکہ اُردو تھیٹر سے متعلق عمومی بد اعتمادی کی فضا کو بدلا جاسکے۔ کھیل کی ہدایات اصغر ندیم سید نے خود دیں۔ ریہرسل کے دوران ایک مرتبہ گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

> "میں اس ڈرامے کو ایک ورکشاپ کے طور پر دیکھتا ہوں جس میں زیادہ سے زیادہ طلبا شریک ہوں اور گورنمنٹ کالج لاہور میں اُردو تھیٹر کے لیے سازگار فضا پیدا ہوسکے۔"[۲]

۳۵ مردانہ، ۴ زنانہ اور ۳ ہیجڑوں کے کرداروں کو ملا کر ڈرامے کے کُل ۴۳ کردار ہیں۔ فنکاروں سمیت تھیٹر کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کو بھی اگر اس تعداد میں شامل کیا جائے تو اس ڈراما کو اسٹیج کرنے میں تقریباً ۶۰ سے ۶۵ طلبا نے اپنی خدمات انجام دیں۔ ڈراما دراصل مختلف خاکوں کو ترتیب دے کر لکھا گیا اس لئے مکمل سکرپٹ صرف دو اہم کردار "دربانوں" کو ہی دیا گیا بقیہ کرداروں کو صرف اُن کے کردار پر مشتمل سکرپٹس کے صفحات ہی فراہم کئے گیے۔ دوسری صورت میں مکمل سکرپٹ اصغر ندیم سید کے پاس ہی تھا۔ اس ڈرامے کے لیے راقم نے اصغر ندیم سید سے سکرپٹ حاصل کرنے کوشش کی لیکن بد قسمتی کہیے کہ اصغر ندیم سید کے بقول متعدد بار گھر کی شفٹنگ کے دوران اُن کا یہ سکرپٹ کھو گیا ہے۔ بہر حال تلاش بسیار کے بعد الحمرا آرٹس کونسل کی آرکائیو سے یہ سکرپٹ ملا تو لیکن ناقص خستہ حالت میں۔ اس کی کچھ ممکنہ وجوہات ہو سکتی ہیں:

اول:

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

جب اصل سکرپٹ سے فوٹو کاپی کروائی گئی اس میں صفحات کی مکمل اور واضح نقل کو صریحاً نظر انداز کر دیا گیا۔ ایسا طرز علم عموماً ڈرامے کے پروڈیوسر یا پھر پروڈکشن انچارج کا ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے کاسٹ کے لیے اصل کی سستی نقل (فوٹو کاپی) کروائی۔

دوم:

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فوٹو کاپی کسی پہلے سے ناقص نقل شدہ (فوٹو کاپی) سے مزید فوٹو کاپی کروائی ہو جس کی وجہ سے اس کا عکس مزید مدہم اور ناقابل مطالعہ ہو گیا، کئی مقامات پر صفحات کے اول و آخر تو کیا وسط سے بھی تحریر پڑھنا حد درجہ دشوار ہو گیا۔

سوم:

یہ کہ الحمرا لائبریری کی انتظامیہ نے سکرپٹ کی معیاری نقل (فوٹو کاپی) کی فراہمی پر اصرار نہیں کیا۔

چہارم:

الحمرا انتظامیہ نے اسے Ring Bind کر دیا جس سے کئی صفحات پر کرداروں کے نام Punching کی نظر ہو گئے جو کسی بھی دستاویز کا رنگ بناتے ہوئے کی جاتی ہے۔

پنجم:

جب الحمرا لائبریری کے عملے نے اسے Scanning کے عمل سے گزارا تو کسی تجربہ کار شخص کی خدمات حاصل نہیں کی گئی اور یوں صحت متن برقرار نہ رہ سکی اور ایسے میں تدوین متن کے مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ لہٰذا اس اساسی سکرپٹ کو درست شکل میں لانے کی غرض سے ڈرامے میں شامل فنکاروں کی تلاش شروع کی جو اس ڈرامے کا عملی حصہ تھے۔ اس سلسلے میں اُن طلبا اداکاروں سے رابطہ کے لئے وٹس ایپ، گوگل میٹ اور ای میل جیسی آسانیوں کا سہارا لیا۔ اس عمل سے درست متن تک رسائی میں حد درجہ معاونت و مدد ملی۔

ڈرامے کا پلاٹ سیدھا سادھا ہے۔ ڈراما دو ایکٹ پر مشتمل ایک طربیہ ہے۔ پہلے منظر میں سیٹ کے وسط میں ایک بڑا دروازہ جس پر ۲۰۰۰ء درج ہے۔ دائیں اور بائیں اطراف دو دروازے ہیں۔ دائیں طرف سے فنکار اسٹیج پر داخل ہوتے ہیں اور بائیں طرف سے خروج کرتے ہیں۔ پہلے ایکٹ میں ابتدا تا آخر دو دربان سیٹ کے وسط میں میں بڑے دروازے پر پہرے دار کے طور پر کھڑے ہیں اور متنوع شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہر کردار کو روکتے اور استفسار کرتے ہیں جو اکیسویں صدی میں جانے کا خواہش مند ہے۔ ان میں بے ایمان، کینہ پرور، ٹیکس چور، منافق، منافع خور، اپنے ذاتی مقاصد کے لیے مذہب کارڈ استعمال کرنے والا مُلا، کرپٹ سیاستدان، ان پڑھ ہیروئن جو ذاتی اغراض و مقاصد کے لیے نو دولتیوں کا استعمال کرتی ہے، ہیجڑے، معاشرے میں نشے کا زہر پھیلانے والے جرائم پیشہ عناصر، اوباش نوجوان، پولیس سبھی شامل ہیں۔ یہ تمام باری باری اسٹیج پر وارد ہوتے اور دربانوں کے سوالات کے خاطر خواہ جوابات نہ دے سکنے کی وجہ سے مایوس لوٹ جاتے ہیں۔ پہلے ایکٹ کے آخر تک کوئی کردار اکیسویں صدی میں جانے کا حقدار قرار نہیں پاتا۔ جبکہ دوسرا ایکٹ ایک ویٹنگ روم کا منظر ہے۔ اس منظر میں وہ تمام کردار جو پہلے ایکٹ میں اکیسویں صدی میں داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے فیصلے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اس منظر میں ایک نیا کردار "بھولا" وارد ہوتا ہے۔ بھولا ایک ایماندار اور نیک محنت کش چھابڑی فروش ہے زمانے کی نبض سے نا آشنا، اپنی دھن میں مگن ایماندار اور بے ضرر انسان۔ یہاں سب "بھولے" کو دھتکارتے اور دبانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بالآخر دربان ایک شاہی فرمان کے ذریعے بھولے کو اکیسویں صدی میں جانے کا اہل قرار دیتا ہے۔ اپنے داغدار ماضی کی وجہ سے کوئی آواز اُٹھانے کے قابل نہیں اسی لئے سب اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں اور "بھولا" اکیسویں صدی میں داخل ہو جاتا ہے۔

ڈرامے کا فکری جائزہ لیا جائے تو یہاں دو اہم نقاط اہم ہیں۔ اول یہ کہ ڈراما اپنی ہیت کے اعتبار سے ڈراما کم اور ٹی وی خاکوں کی شکل زیادہ لگتا ہے۔ دوم اس میں تصادم جو کہ ڈراما کا اصل جزو ہے وہ پہلے ایکٹ میں دکھائی نہیں دیتا۔ دراصل پاکستان میں اسٹیج ڈراما تاحال اُن تمام روشن امکانات کے ساتھ بھرپور تاثر کے ساتھ دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں جن کا ذکر یہاں ضروری نہیں۔ اصغر ندیم سید نے اس ڈرامے کو ایک تجربہ کے طور پر لیا اور یہ ایک خوش آئند بات تھی کہ انہوں نے ایسا سوچا۔ کیونکہ ہمارے ہاں ایسے شعبوں میں یا تو محض روایت سے کسب فیض کیا جاتا ہے یا پھر کُلی طور پر روایت شکنی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ تھئیٹر میں یہ صورتحال بہت خوش کُن نہیں تھئیٹر کے تجربات کو ہماری سماجی لیبارٹری میں جگہ ہی نہیں دی گئی اس لئے ہمارا تھئیٹر محض روایتی ہو کر رہ گیا ماسوائے دو تھئیٹر گروپوں کے۔ گورنمنٹ کالج کی ڈراما کلب ایک ایسا پلیٹ فارم تھا جہاں یہ تجربہ کیا جا سکتا تھا۔ ڈرامے کے پہلے حصے میں دربان دراصل اسٹیج پر وارد ہونے والے تمام کرداروں کے ضمیر ہیں۔ اُن میں سے دربان نمبر ا ایسا کردار ہے جو سخت استفسار کرتا ہے اور کرداروں کو لاجواب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ دونوں دربان کرداروں کا ایک ایسا آئینہ ہیں جس میں ہر کردار اپنی مسخ شدہ شکل ہی دیکھتا ہے۔ کئی ایک مواقع پر پر تو ایسی کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے کہ اسٹیج پر موجود کردار اپنے بعد دوسرے شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے کردار کے کو دیکھ کر گھبرا کر رفو چکر ہونے میں ہی عافیت جانتے ہیں کیونکہ وہ اُن سے زیادہ مکار، بے ایمان اور بد دیانت ہیں۔ ڈراما براہ راست، سماجیات، عمرانیات، سیاسیات، مذہبیات سے تعلق رکھتا ہے۔ ڈراما نگار دراصل ٹی وی کے لئے ہی ڈرامے لکھتے رہے اس لئے پہلے ایکٹ میں ٹی وی Sitcom کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ تصادم کی صورت پہلے ایکٹ میں دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ڈرامے کا مرکزی کردار کون ہے۔ لیکن دوسرے ایکٹ میں ڈرامے کا مرکزی کردار بھی اسٹیج پر آموجود ہوتا ہے اور ڈراما میں تصادم کا عنصر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مکالموں سے کئی جگھوں پر ہمارے شخصی رویوں خوبیوں، خامیوں اور نظام کی خرابیوں پر زور دار تنقید ملتی ہے جو ایسے پیرائے میں کی گئی ہے کہ قابل قبول ہے۔ ڈرامے میں کردار منفی نہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شعوری کوشش کے ذریعے اُن کے منفی رویوں کو آشکار کر کے انہیں قومی، ملی، مذہبی و سماجی ذمہ داریوں سے متعلق آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کرداروں کے ذریعے یہی ثابت کیا گیا ہے اُن کی منفی سوچ نے سماجی نظام مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ اگلی صدی میں داخل ہونے کے لئے ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا ہو گا کہ ہم سے کیا کوتاہیاں ہوئیں یہی نہیں اعتراف جرم بھی کرنا ہو گا تا کہ اصلاح نفس کا سفر بھی طے ہو سکے۔ اس سلسلے میں چند مثالیں درج ہیں:

"پٹھان: تم پوچھے گا؟ پوچھو۔ ہم بتائے گا۔ ہم نے پوڈر بیچا ہے پوڈر۔

دربان نمبر ا: یہ پوڈر کیا ہوتا ہے۔

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پٹھان: وئی وئی پوڈر کو نہیں جانتا۔ اویار امذاق نہ کر۔ پوڈر کو نہیں جانتا۔ ادھر تمہارا بڑا بڑا بلڈنگ پوڈر کا بنا ہوا ہے۔ تمہارے کارخانے پوڈر کے بنے ہوئے ہیں۔ آدھی اسمبلی پوڈر پر بنی ہوئی ہے۔"(۳)

شعبہ تعلیم کی حالت ملاحظہ کیجیے:

"پروفیسر نمبر ا: بس یار۔ ویسے تو یہ پروفیشن بہت اچھا ہے۔ مگر یار یہ جو کبھی کبھی پڑھانا پڑتا ہے ناں۔

پروفیسر نمبر ۲: ہاں یہ کبھی کبھی کا پڑھانا بھی اب ختم ہونا چاہیئے۔"(۴)

شعبہ پولیس کی کارروائیوں کا احوال دیکھئے:

"دربان نمبر ا: تم نے کتنے جعلی پولیس مقابلے کیے ہیں؟

تھانیدار: دیکھو پولیس مقابلہ ہماری طرف سے جعلی نہیں ہوتا۔ ملزم کی طرف سے جعلی ہوتا ہے۔

دربان نمبر ا: اس کا کیا مطلب ہے؟

سپاہی: ایک تو اس کو مطلب بڑے سمجھانے پڑتے ہیں۔ دیکھ کاکابلی۔ ہمارے طرف سے مقابلہ فُل فُل ÷ ہوتا ہے۔
یعنی سُچل گولی چلتی ہے کوئی گولی جعلی نہیں ہوتی۔ ہاں اُدھر ملزم کی طرف سے جعلی کام ہوتا ہے۔ یعنی ملزم درخت سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ کوئی گولی نہیں چلاتا۔ تو مقابلہ اُس کی طرف سے جعلی ہوتا ہے۔ ہمارے طرف سے اصلی ہوتا ہے۔"(۵)

سیاست دان کا احوال پڑھیئے:

"دربان نمبر ۲: آپ چاہتے کیا ہیں؟

سیاست دان: کمال ہے پوچھ رہا ہے کیا چاہتے ہیں۔ سیکٹر ایف Six میں کارنر پلاٹ چاہتے ہیں۔ دو شوگر ملوں کے پرمٹ چاہتے ہیں۔ چھ سات قومی بنکوں کو دیوالیہ کرنا چاہتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"(۶)

اسی طرح ہماری بیوروکریسی کی حالت بھی ان مکالموں سے جھلکتی دکھائی دیتی ہے:

"دربان نمبر ۲: آپ ریٹائر ہونے ک بعد کیا کریں گے؟

بیوروکریٹ: یہ کس نے کہا ہے کہ میں ریٹائر ہو جاوں گا۔ میں نے Extension لینی ہے۔

دربان نمبر ا: آپ کو نہیں ملک سکتی۔

بیوروکریٹ: اس وقت پورا اسلام آباد Extension پہ چل رہا ہے۔۔"(۷)

اصغر ندیم سید نے اس ڈرامے میں پاکستان کے قومی مسائل کو بڑے احسن اور نپے تُلے انداز میں پیش کیا ہے جو نظریہ فعالیت Activism ہے۔ ڈراما مضحک Satire اور مزاح Comedy کا امتزاج ہے۔ ڈراما نگار اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے مزاح کا ایسا پیرائیہ استعمال کرتا ہے کہ جس سے کسی شعبہ ہائے زندگی کی تضحیک نہیں ہوتی بلکہ اُس میں موجود خامیاں اُبھر کا سامنے آجاتی ہیں۔ ایسا مزاح جس میں تضحیک اور پھکڑپن سے دامن بچا کر اپنا مدعا بیان کیا جائے وہ ادبی احساس کا ترجمان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے بھی اس ڈرامے کو دیکھ کر اپنی خامیوں پر پردہ ڈالنے اور اُن کا دفاع کرنے کی بجائے اُنہیں تسلیم کرنے پر آمادہ دکھائی دیتے ہیں۔

ڈرامے کا دوسرا ایکٹ ویٹنگ روم ہے جہاں پہلے ایکٹ میں آنے والے تمام کردار کسی اہم اعلان کے منتظر ہیں۔ یہاں ایک نیا کردار "بھولا" تخلیق کیا گیا ہے جو ڈرامے کا مرکزی کردار ہے اور یہاں ڈرامے کی یہ تکنیک منفرد طرز اختیار کرتی ہے اور ڈراما نگار تھئیٹر کے فنی لوازمات کو برتتا ہے۔ ڈرامے کا یہ کردار ایسا کردار ہے جو ایک معصوم، نیک، محنت کش اور سچا پاکستانی ہے۔ مصنف کا یہ کردار پاکستان کے ہر اُس فرد کا تصور ہے جس کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اپنی سادگی، وضع قطع، حلیہ اور پھیری فروش ہونے کی بدولت یہ محنت کش ہر جانب سے دھتکارا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُسے کئی مرتبہ زدوکوب بھی کیا جاتا ہے۔

"بھولا: بھولا سچ بولا۔ ریوڑیاں کڑ کڑ بولدیاں۔

سپاہی: اوئے یہ ریوڑیاں نہیں ہیں یہ لیڈر رہے جو بول رہا ہے۔

اولڈ راوین: کون ہے۔ اس کو پکڑو۔ جلسہ خراب کرنا چاہتا ہے۔

سیاست دان: یہ میرے مخالف کی سازش ہے۔ آپ پُرامن رہیں۔

بھولا: میں ریوڑیاں ویچن ڈیاں۔ تہانوں کی کہناں۔

اولڈ راوین: اس کو پکڑو۔ اس کو چھینٹی لگاؤ۔"

(بھولے کو سپاہی اور ڈسکو والے لڑکے اور طالب علم وغیرہ چھینٹی لگاتے ہی وہ گر جاتا ہے)"(۸)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہر محب وطن ادیب کی طرح ڈرامانگار بھی پاکستان کے لیے ایسے شخص کو اپنا آئیڈیل تصور کرتا ہے جیسا کہ "بھولا" ہے۔افسوس کہ بیسویں صدی میں کڑوروں کی آبادی میں صرف ایک شخص ہی ایسا ہے جو اکیسویں صدی میں داخلے کے معیارات پر پورا اُترنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کردار ایک مثالی کردار ہے۔ تمام کرداروں میں سے صرف "بھولا" ہی اکیسویں صدی میں جانے کا اہل قرار پاتا ہے۔ تمام کرداروں کا اس فیصلے کو من وعن تسلیم کرلینا اس امر کی غمازی ہے کہ ہر کردار کو اپنی غلطی کا ادراک ہے۔ ڈراما موضوعاتی اعتبار سے بیسوی صدی ہی نہیں بلکہ عہد حاضر کے بھی اُن تمام مسائل کا احاطہ کرتا ہے جو آج بھی ایسے ہی ہیں جیسے بیسویں صدی میں تھے بلکہ اب اُن کی شدت میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔افسوس کہ وہ تمام کردار جنھیں اکیسویں صدی میں آنے کی اجازت نہ ملی وہ بھی کسی نہ کسی طور اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں اور یہاں پھر "بھولا عرف عوام" کا انہی نفوس کے ہاتھوں پھر سے استحصال جاری ہے۔

"سیاست دان: کوئی بات نہیں میں جہاز کے ذریعے داخل ہو جاؤں گا۔ نو پرابلم۔"(۹)

"بیوروکریٹ: اس وقت پورا اسلام آباد Extension پہ چل رہا ہے۔"(۱۰)

فنی اعتبار سے "بھولا سچ بولا" ایک تجرباتی ڈراما ہے جس میں روایت سے ہٹ کر ایک نیا تجربہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصغر ندیم سید اگر تھئیٹر کے لئے بھی تواتر سے لکھتے تو یقیناپی ٹی وی کی طرح پاکستانی اسٹیج کو بھی ایک مستقل اور بہترین ڈرامانگار میسر آ سکتا تھا۔ اپنی گونا گو مصروفیات کی بدولت آپ نے تھیٹر کو بہت کم وقت دیا۔ لیکن اپنے موضوع اور فنی پختگی کی بدولت یہ نیا تجربہ پاکستانی اُردو اسٹیج ڈرامے کا ایک اہم سنگ میل سمجھا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

*پرنسپل انویسٹی گیٹر/ 1188NRPU 0 ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور۔

** معاون/کوانویسٹی گیٹر/ 1188NRPU 0 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ملتان کیمپس، ملتان۔

*** اشتراکی ممبر/ 1188NRPU 0 سابقہ ایڈوائزر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ڈرامیٹکس کلب وحالیہ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ انگریزی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور۔

۱۔ یہ ابتدائی معلومات راقم نے اپنے ایم فل کے مقالے "پی ٹی وی لاہور ڈراموں میں سماجی حقیق" سے اخذ کی ہیں۔

۲۔ دوران ریہرسل اصغر ندیم سید اداکار طلبا کے ساتھ چائے پر بے تکلفی سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اُن کی ڈراما سے متعلق کی گئی باتوں میں سے یہ رائے مجھے آج بھی یاد ہے۔ اس لیے موضوع کی مناسبت سے یہاں اس رائے کو درج کرنا مناسب سمجھا۔

۳۔ اصغر ندیم سید، "بھولا سچ بولا"، (غیر مطبوعہ سکرپٹ)، لاہور، اساسی نسخہ، نقل بمطابق اصل، ص ۶

۴۔ ایضاً، ص ۲۰

۵۔ ایضاً، ص ۲۶

۶۔ ایضاً، ص ۳۲

۷۔ ایضاً، ص ۴۵

۸۔ ایضاً، ص ۵۳

۹۔ ایضاً، ص ۳۳

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۵